خودکشی۔نوعیتِ مسئلہ اور اسلامی نقطۂ نظر

محمد شمیم اختر قاسمی*

ABSTRACT:

Every year, almost one million people die from suicide; a "global" mortality rate of 16 per 100,000, or one death every 40 seconds. In the last 45 years suicide rates have increased by 60% worldwide. Suicide is among the three leading causes of death among those aged 15-44 years in some countries, and the second leading cause of death in the 10-24 years age group. These figures do not include suicide attempts which are up to 20 times more frequent than actual suicides. Suicide worldwide is estimated to represent 1.8% of the total global burden of death in 1998, and 2.4% in 2002. Although traditionally suicide rates have been highest among the male elderly, rates among young people have been increasing to such an extent that they are now the group at highest risk in a majority of countries, in both developed and developing countries. Mental disorders (particularly depression and alcohol use disorders) are a major risk factor for suicide in Europe and North America; however, in Asian countries impulsiveness plays an important role. Suicide is a complex phenomenon because psychological, social, biological, cultural and environmental factors involved.

جب کبھی کوئی آدمی شخصی یا گھریلو الجھنوں، سماجی ذمہ داریوں اور شدید جسمانی امراض سے دوچار ہوتا ہے، یا اپنے حسبِ منشا عہدہ ومنصب کے حصول میں نامراد، یا زندگی کے کسی بڑے امتحان میں ناکام ہوتا ہے تو وقتی طور پر اسے اس کا بہت رنج ہوتا ہے اور بعض وقت اسی کرب میں مبتلا ہوکر وہ متعدد ذرائع اور طریقوں سے خودکشی (Suicide) کر لیتا ہے۔ تاکہ آئندہ اسے اس طرح کی ناکامیوں کا سامنا کرنا نہ پڑے۔اس غلط اقدام کو کسی بھی مہذب سماج ومعاشرہ میں اچھی نگاہ سے دیکھا نہیں جاتا ہے۔اس کے انسداد کے لیے ہر ملک کا اپنا اپنا قانون ہے۔ برطانیہ میں ۱۹۶۱ء کے قوانین کے تحت اگرچہ اسے ناپسندیدہ فعل قرار دیا گیا ہے، لیکن کرنے والوں یا اس فعل میں امداد دینے والوں کو عبرت ناک سزائیں دینے کی پالیسی نہیں رہی۔ بعض ممالک میں اب نئی سوچ جنم لے رہی ہے کہ اگر کوئی اپنی زندگی سے تنگ آگیا ہے اور وہ مرنا چاہتا ہے تو اس کی اپنی مرضی، ہم اس میں دخل دینے والے کون ہوتے ہیں (۱)۔ ہندوستان کے آئین میں بھی یہ اقدام بذاتِ خود قابل مواخذہ نہیں ہے۔ البتہ اقدام خودکشی کو جرم ضرور قرار دیا گیا ہے (۲)۔ یعنی یہ کہ کوئی شخص اس عمل کو انجام دینے

* اسسٹنٹ پروفیسر: شعبۂ دینیات، عالیہ یونیورسٹی، ۲۱۔حاجی محمد محسن اسکوائر، کولکاتا۔۷۰۰۰۱۶ (مغربی بنگال) انڈیا

برقی پتا: mdshamimakhterqasmi@yahoo.com
تاریخِ موصولہ: ۲۰۱۲/۹/۸ء

میں ناکام ہوجائے تو اس کو دس سال قید اور جرمانہ کی سزا دی جاسکتی ہے۔تقریباً یہی موقف پاکستان کا بھی ہے۔(۳)

خودکشی۔عالمی تناظر میں

دنیا میں ہر سال تقریباً دس لاکھ افراد خودکشی کرتے ہیں۔ایک رپورٹ کے مطابق ہر ایک لاکھ میں سولہ آدمی اس جرم کا ارتکاب کرتے ہیں اور ہر چالیس سیکنڈ میں اس کا ایک واقعہ رونما ہوتا ہے۔گزشتہ ۴۵ سالوں میں اس کی شرح بڑھ کر ساٹھ فی صد ہوگئی ہے۔بعض ممالک میں ۱۵۔۴۴ سال کے لوگوں کا خودکشی کرنا موت کی تین اہم وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ شمار کی گئی ہے اور ۱۰۔۲۴ سال کے لوگوں میں خودکشی موت کی دوسری وجہ ہے۔۱۹۹۸ء میں خودکشی کا تناسب دنیا بھر میں ۸ء۱ فی صد تھا۔اندازہ لگایا جاتا ہے کہ ۲۰۲۰ء تک اس کی شرح میں ۴ء۲ فی صد تک کا اضافہ ہوجائے گا۔ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک میں روایتی طور پر خودکشی کا ارتکاب بڑی عمر کے لوگوں کے مقابلہ میں نوجوان زیادہ کرتے ہیں۔ذہنی عوارض (خاص طور پر ڈپریشن اور الکحل کے بہ کثرت استعمال کی لت) یورپ اور شمالی امریکا میں خودکشی کی اہم وجوہات ہیں(۴)۔مسلم ممالک میں خودکشی کرنے والوں کی شرح دوسرے ملکوں کے بہ نسبت کم پائی جاتی ہے۔ہندوستان میں اس کی شرح سب سے زیادہ ہے۔گزشتہ دو دہائیوں میں یہاں خودکشی کی شرح ہر ایک لاکھ میں ۹ء۷ سے بڑھ کر ۳ء۱۰ ہوگئی ہے۔اس میں جنوبی ہندوستان کی تناسب زیادہ ہے۔جون ۲۰۱۲ء کے The Lancet کے مطابق ہندوستان میں ۲۰۱۰ء میں خودکشی کرنے والوں کی تعداد ایک لاکھ ستاسی ہزار تھی۔اس میں ۱۵۔۲۹ سال کے نوجوانوں کی اکثریت تھی۔اس وقت کیرالا، کرناٹک، آندھرا پردیس اور تامل ناڈو میں خودکشی کے ذریعہ مرنے والوں کی شرح پندرہ فی صدی ہے۔اتر پردیش، پنجاب، بہار اور جموں کشمیر میں اس کی شرح تین فی صدی ہے(۵)۔ہندوستان و پاکستان میں خودکشی کرنے والے زیادہ تر فاترالعقل، مخبوط الحواس، بے کار و بے روزگار، آوارہ مزاج، بھٹکے ہوئے نوجوان، خاوند و سسرال کے ذریعہ ستائی ہوئی عورتیں، غربت کی ماری شادی سے محروم دوشیزائیں اور مایوس العلاج مریض ہوتے ہیں۔(۶)

بعض مذاہب کی تعلیمات میں خودکشی کا تصور

بعض مذاہب میں رضائے الٰہی اور عبادت کے نام پر اپنی جان کو ہلاک کر لینے کی نہ صرف اجازت ہے، بلکہ اس کے لیے لوگوں کو ابھارے جانے کی شہادت بھی ملتی ہے۔جب کہ کچھ مذاہب ایسے بھی ہیں جن میں کوئی دوٹوک بات نہیں کہی گئی ہے۔توریت مقدس میں چار ایسے واقعات ملتے ہیں جن میں ملوث لوگوں نے حالات کا مقابلہ کرنے کی بجائے موت کو اپنا لیا۔فراریت کا یہ تصور یونانی فلسفیوں کے یہاں بھی پایا جاتا ہے۔یہودیوں اور عیسائیوں کے مذہبی علما اس کی مذمت تو کرتے ہیں، لیکن ان کے پاس نہ تو اسے برا کہنے کی کوئی سند ہے اور نہ ہی ان کے مذہب میں اس کی روک تھام کا کوئی واضح طریقہ ملتا ہے۔ہندو مذہب کی تعلیمات کے مطابق موت زندگی کا انجام نہیں ہے، بلکہ مرنے والوں کی روح اوپر جانے کی بجائے کسی اور شکل میں دنیا میں لوٹ آتی ہے۔نیک اور اچھے کام کرنے والوں کی روح کسی اچھی شکل میں

اور برا کام کرنے والوں کی روحیں گدھے، گھوڑے یا کتے کی شکل واپس آتی ہیں۔آواگون کا یہ مسئلہ کرموں یعنی اعمال کا پھل ہوتا ہے اور ستی کی رسم بھی اسی نظریہ کو تقویت پہنچاتی ہے۔اس لحاظ سے کسی ہندو کے لیے خودکشی کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہوتا، کیوں کہ اسے جلد دنیا میں واپس آجانا ہے(۷)۔درج ذیل واقعہ اسی نظریے کی تائید کرتا ہے:

''امریکا میں ایک سوامی نے لوگوں کو مکتی یا نروان اور سکون قلب کا جھانسا دے کر ایک بستی بسائی۔وہاں ان کو جنسی بے راہ روی کے ساتھ منشیات کا کھلے بندوں استعمال سکھایا جاتا۔جب اسے پتا چلا کہ پولیس نے ان کے گرد گھیرا ڈال دیا ہے اور وہ فحاشی پھیلانے اور منشیات فروشی کے جرم میں پکڑا جانے والا ہے تو اس نے اپنے مریدوں کو جمع کر کے عذاب خداوندی، جہنم اور دوسری باتیں سنا کر بتایا کہ اگر تمام لوگ آج رات خودکشی کر لیں تو وہ یقیناً جنت میں جائیں گے۔چنانچہ اگلے دن ۸۰۰ عورتوں اور بچوں نے بالٹیوں میں زہر گھول کر پیا اور جنت کے لالچ اور عذاب کے ڈر سے اپنے گرو سمیت خودکشی کر لی۔''(۸)

اسلام میں خودکشی ناپسندیدہ اور حرام عمل ہے!

انسان کی جان کی جو قدر و قیمت ہے، اسلام کو اس کا پورا اندازہ ہے۔اس لیے اس نے دوسرے تمام مذاہب کے برعکس انسان کے جان کی ہر حال میں حفاظت اور کسی بھی صورت اور طریقے سے اس کے تلف نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلاَ تَقْتُلُوٓاْ أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيماً. (النساء:۲۹)

''اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔یقین مانو کہ اللہ تمہارے اوپر مہربان ہے۔''

وَلاَ تُلْقُواْ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرہ:۱۹۵). ''اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔''

پہلی آیت میں انفس سے مراد تمہاری جنس سے جو مومن ہیں، کیوں کہ مومن ایک جان کی طرح ہیں، خودکشی نہ کرے، جیسا کہ بعض جاہل کرتے ہیں(۹)۔دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ تم اپنے نفسوں کو ہلاکت میں مت ڈالو۔بایدیکم سے مراد نفس ہے۔یا نہ قتل کرو اپنے نفسوں کو اپنے ہاتھوں(۱۰)۔یہ اسلام کی منفرد و اعزازی شان ہے کہ اس نے اول مرحلہ میں ہی انسانی جان کی حفاظت کا صریح اور واضح حکم دے دیا ہے۔

یہ دنیا دارالامتحان ہے۔یہاں جو بھی عمل کیا جائے گا، اس کا آنے والی دوسری زندگی میں حساب دینا پڑے گا۔اسی کے اعتبار سے انسان کو اجر ملے گا۔دنیا میں مصائب ومشکلات، پریشانیوں اور بیماریوں سے دوچار ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان اپنے تخلیق کئے جانے کے مقصد کو فراموش کر دے اور اس سے نجات پانے کے لیے جائز اور بہتر تدبیر اختیار نہ کرے۔بہ قول مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

"انسان کے وجود کے بارے میں اسلام کا تصور یہ ہے کہ وہ خود ایک امانت ہے۔ اس کے لیے اپنے جسم میں وہی تصرف جائز اور درست ہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہو۔ وہ اپنے منشاومزاج کے مطابق خود اپنے جسم کو نقصان پہنچانے یا اس میں تغیر وتبدل کرنے کا مجاز نہیں۔ اپنے آپ کی حفاظت اس کا شرعی فریضہ ہے اور صحت جسمانی کو برقرار رکھنے کی امکان بھر سعی تقاضۂ امانت کے تحت اس کی ذمہ داری ہے۔"(۱۱)

دنیا میں ہر آن اور ہر منزل پر آدمی کا واسطہ نئے نئے مسائل سے پڑتا ہے۔ یہ خوش گوار بھی ہوتے ہیں اور تکلیف دہ بھی۔ اس میں وہی شخص کامیاب وکامران ہے جو ہر طرح کی پریشانیوں کا جم کر مقابلہ کرے اور زندگی کی آخری منزل تک پہنچ جائے۔ جو شخص شدائد ومشکلات میں صبر کا دامن چھوڑ بیٹھے اور جلد بازی وبے صبری میں متاع حیات کو ختم کردے وہ موت کے بعد جو دوسری زندگی شروع ہونے والی تھی، اس کو اپنے ہی کرتوتوں سے درہم برہم کر کے رکھ دیتا ہے۔ اس دوسری زندگی میں بھی وہی شخص فوز وفلاح سے ہم کنار ہوگا اور وہاں کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوگا جس نے دنیاوی زندگی کے نازک ترین لمحات میں بھی خدا کا بندہ ہونے کا ثبوت دیا ہو۔

جو لوگ خودکشی کرتے ہیں یا اس کا ارادہ رکھتے ہیں، عام طور سے وہ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ان کی سوچ وفکر بھی ایک دوسرے سے جدا ہوتی ہے اور وہ مذہب سے بھی بے گانہ ہوتے ہیں۔ اس میں سے ایک وہ ہے جس نے دنیا کو محض دکھ، درد اور آلام ومصائب کی ہی جگہ سمجھ رکھا ہے۔ یہاں کی رنگینی ورعنائی، فرحت وانبساط سے لطف اندوزی اس کی نظر میں بے سود وبے معنی ہے۔ دوسرا وہ ہے جو اس کے بالکل برعکس سوچتا اور زندگی گزارتا ہے اور وہ اسی کا عادی بھی ہے۔ لیکن جب وہ ان نعمتوں اور لذتوں سے محروم ہوجاتا ہے تو اس پر یاس وقنوطیت طاری ہوجاتی۔ یہ دونوں باتیں اپنے آپ میں غلط اور مضحکہ خیز ہیں۔ کیوں کہ یہ دنیا نہ تو محض راحت کدہ ہے اور نہ محض غم کدہ۔ اسی سے یہ پورا نظام قائم ہے۔ انسان نہ تو ان میں سے کسی کا انکار کرسکتا ہے اور نہ اس سے صرف نظر کرنا اس کے لیے ممکن ہے۔ حالات اس کے موافق بھی ہوتے ہیں اور مخالف بھی، وہ ان سے فطری طور پر متاثر ہوتا ہے۔ غم کے اسباب اسے غم میں مبتلا کرتے ہیں اور خوشی کا سامان اس کے لیے باعث مسرت ہوتا ہے۔ لیکن انسان جلد بازی، بے صبری، ظرف کی تنگی اور نتائج سے بے خبری کی وجہ سے خوشی اور غم دونوں مواقع پر اپنا توازن کھو بیٹھتا ہے۔ اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ خدا پر ایمان ویقین کارفرما اور دل اس یاد سے معمور ہو تو آشائش وتکلیف دونوں میں انسان کے قدم لغزش نہیں کھا سکتے اور وہ صحیح راہ پر قائم رہ سکے گا۔(۱۲)

اسلام کی نظر میں انسان کی جان کی اتنی زیادہ قدر وقیمت ہے کہ وہ مصائب کے وقت براہ راست موت کی تمنا یہاں تک کہ اس کی دعا کرنے سے بھی منع کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر فرمایا:

لَا یَتَمَنَّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ اَصَابَهُ، فَاِنْ کَانَ لَابُدَّ فَاعِلاً فَلْیَقُلْ: اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِی

مَاکَانَتِ الْحَیَاۃُ خَیْرًا لِی، وَتَوَفَّنِی اِذَاکَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِی. (۱۳)

''تم میں سے کسی کو کیسی ہی تکلیف ہو (بیماری وغیرہ) تو موت کی آرزو نہیں کرنا چاہیے۔اگر ایسی ہی مجبوری ہو (آدمی سے نہ رہا جائے) تو یوں دعا کرے: یا اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک کہ زندہ رہنا میرے حق میں بہتر ہو اور جب مرنا میرے لیے بہتر ہو تو موت دے دے۔''

پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ مشکلات اور بیماری وغیرہ سے دچار ہونے کے بعد انسان کے لیے خودکشی کی اجازت دے دے۔جیسا کہ بعض دوسرے مذاہب میں اس کی کھلے عام یا درپردہ اجازت ہے۔اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو وہ شریعت اسلامی کی نگاہ میں گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْکَبَائِرُ: الاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَیْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْیَمِیْنُ الْغَمُوْسُ. (۱۴)

''کبیرہ گناہوں میں ہے: اللہ کے ساتھ شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی نفس کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔''

انسان کتنا ہی متقی پرہیزگار ہو اور خواہ کتنی ہی نیکیاں کمائی ہوں اور بھلائی کے کام کیے ہوں، اگر وہ دنیاوی پریشانیوں اور ناکامیوں سے پیچھا چھڑانے کے لیے خودکشی کرتا ہے تو وہ غلطی کرتا ہے۔موت کا وقت متعین ہے، یہ اپنے وقت پر ہی آئے گی۔اس میں بندہ کو تصرف کرنے کا قطعی اختیار نہیں ہے۔جس نے انسان کو پیدا کیا ہے وہی اس کا بھی اختیار رکھتا ہے کہ کب تک اسے زندہ رہنا ہے اور رہنا چاہئے۔قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

فَاِذَا جَاءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ. (النحل:۶۱)

''پھر جب وہ وقت (موت کا) آجاتا ہے تو اس سے ایک گھڑی بھر بھی آگے پیچھے نہیں ہوسکتا۔''

مصائب ومشکلات کا مقابلہ کرنا بلندیٔ درجات کا باعث ہے!

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو نہ صرف پیدا کیا، بلکہ اسے گوہر بھی بنادیا، ماں کے شکم سے لے کر زندگی کے آخری حصے تک اس کی حفاظت ونگرانی فرمائی اور اس کو سکون وراحت کی نعمت سے سرفراز کیا۔مگر جب اسے خوشی ملتی ہے تو عیش کرتا اور اتراتا ہے اور جب پریشانی آتی ہے تو اس سے نجات پانے کے لیے اپنے اوپر موت کو طاری کرتا ہے۔یہ کیسی بوالعجبی ہے؟ ان مواقع پر مومن کا رویہ ہونا چاہئے کہ وہ صبر وشکر کرے۔ابوحامد محمد الغزالی فرماتے ہیں کہ 'زندگی میں بندے کو جن حالات سے سابقہ پیش آتا ہے وہ دو طرح کے ہوتے ہیں، یا تو اس کی خواہش کے موافق ہوتے ہیں یا موافق نہیں ہوتے، بلکہ وہ انہیں ناپسند کرتا ہے۔بندہ ان دونوں حالات میں صبر کا محتاج ہے' (۱۵)۔یہ بات کسی بھی صورت میں فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ دنیا میں انسان کے اوپر جو بھی آفت آتی ہے اور وہ تکلیف واذیت میں مبتلا

ہوتا ہے، اس کا ذمہ دار وہ خود ہوتا ہے۔اسی بات کو قرآن کریم میں اس طرح واضح کیا گیا ہے:

وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ. (الشوریٰ:۳۰)

''تم لوگوں پر جو مصیبت بھی آئی ہے، تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آئی ہے۔''

نازک ترین لمحات میں ہر کسی کو چاہئے کہ وہ حکمت و دانائی کے ساتھ اپنے اعمال واحوال کا محاسبہ اور اپنے رب کے حضور دعا اور گریہ وزاری کرے۔امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے جلد نجات دے دے۔

انبیاء کرام، صحابہ عظام، اولیاء اللہ اور بعض دوسرے نیک بندوں کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے اور اس سے عبرت حاصل کی جائے۔آلام ومصائب کی کون سی ایسی شکل تھی جن کے ذریعہ انہیں آزمایا نہیں گیا۔لیکن وہ ان مشکل گھڑیوں میں آہ وبکا اور واویلا مچانے کی بجائے اپنے خالق کو یاد اور توبہ واستغفار کرتے اور ان سے نجات پانے کے لیے اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہوتے تھے۔اس کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا وآخرت کی دولتوں سے نواز دیا اور ان کے مقام ومرتبہ کو ہمیشہ ہمیش کے لیے بلند کردیا۔ایک حدیث میں اسی صورت حال کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے:

اَشَدُّالنَّاسِ بَلاءً الْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الصَّالِحُوْنَ، اَنْ كَانَ اَحَدُهُمْ لَيُبْتَلٰى بِالْفَقْرِ حَتّٰى مَايَجِدُ اَحَدُهُمْ اِلَّاالْعَبَاءَةَ الَّتِىْ يَجُوْ بُهَا، وَاَنْ كَانَ اَحَدُهُمْ لَيَفْرَحُ بِالْبَلَاءِ كَمَا يَفْرَحُ اَحَدُكُمْ بِالرَّخَاءِ. (۱۶)

''سب سے زیادہ مصیبتیں پیغمبروں کو پہنچائی گئیں، پھر صالحین کو۔ واقعی ان میں سے کسی کو غربت سے اتنا آزمایا گیا کہ وہ کچھ بھی نہ پہن سکے، سوائے ایک کھردرے چغہ کے، اور وہ مصیبتوں کو جھیلنے میں اتنے ہی خوش رہتے تھے جیسے کہ تم آرام پانے پر خوش رہتے ہو۔''

اسی بات کی مزید وضاحت درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے:

قَالَ الْاَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الصَّالِحُوْنَ، ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ مِنَ النَّاسِ يُبْتَلٰى الرَّجُلُ عَلٰى حَسْبِ دِيْنِهِ، فَاِنْ كَانَ دِيْنِهِ صَلَا بَةً زِيْدَفِىْ بَلَائِهِ، وَاِنْ كَانَ فِىْ دِيْنِهِ رِقَّةٌ خُفِّفَ عَنْهُ وَمَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتّٰى يَمْشِىْ عَلَى ظَهْرِ الْاَرْضِ لَيْسَ عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ. (۱۷)

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ مصیبتیں انبیاء کرام پر آتی ہیں، پھر صالحین پر، پھر درجہ بدرجہ عام لوگوں پر۔ انسان پر آزمائش اس کے دین کے اعتبار سے آتی ہے۔ اگر اس کے دین میں پختگی ہو تو اس کے مصائب میں مزید اضافہ کردیا جاتا ہے اور اگر اس کے دین میں کمزوری ہو تو اس کے مصائب میں تخفیف کردی جاتی ہے اور انسان پر مسلسل مصائب آتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ زمین پر چلتا ہے تو اس کا کوئی گناہ نہیں ہوتا۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا میں ہر چیز کو ایک خاص مقصد اور ارادے کے تحت ہی پیدا ہی کیا ہے۔انسان کے لیے سب سے بڑا اعزاز یہ ہے کہ اسے اپنی عبادت کے لیے منتخب کرلیا ہے۔اس سے بھی بڑی سرفرازی کی بات یہ ہے کہ اللہ نے دنیا میں اسے اپنا خلیفہ بنایا ہے۔تاکہ وہ اس کے احکام کی پیروی اوران کانفاذ کرے۔(البقرہ: ۲۰،ص:۲۶، الذاریات:۵۶) یہ بات بھی طے ہے کہ جو بندہ اللہ کو زیادہ محبوب ہوتا ہے، اسے اتنی ہی بڑی آزمائش میں بھی مبتلا کردیتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ. اَلَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ. اُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ. (البقرہ:۱۵۳۔۱۵۷)

”اور ہم ضرور تمہیں خوف وخطر، فاقہ کشی، جان ومال کے نقصان اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کرکے تمہاری آزمائش کریں گے۔ان حالات میں جولوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ ’ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے۔‘ انہیں خوش خبری دے دو۔ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی، اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راہ راست پر ہیں۔“

خودکشی سے ہر حال میں احتراز کیا جائے!

خودکشی تو کجا، اگر اس کا شائبہ بھی ہو تو اسلام اس عمل سے بھی احتراز کرنے کا حکم دیتا ہے۔تاکہ انسانیت کی عزت وعصمت پر کوئی دھبہ نہ لگے۔کبھی ایسا بھی وقت آتا ہے کہ آدمی کسی ایسی پریشانی اور آزمائش میں گھر جاتا ہے کہ جس کے ہر چہار جانب موت ہی موت ہوتی ہے اور وہ اس سے کسی بھی صورت میں نکلنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتا۔ایسے وقت میں فقہا کہتے ہیں کہ وہ سوچ سمجھ کر ایسا عمل کرے کہ جس سے اس کی موت کا اطلاق اس کے نفس کی طرف نہ ہو۔اس کو اس طرح سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ مجاہدین کی ایک جماعت کشتی میں سوار ہوکر سمندر کے راستے جارہی ہے۔دشمن کو ان کے آنے کی خبر لگ گئی ہے۔یہاں تک کہ دشمن نے آکر ان کی کشتی میں آگ لگادی ہے۔اب اگر وہ کشتی میں رہیں گے تو ان کا جل جانا یقینی ہے۔ایسی حالت میں ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ جان بچانے کے لیے تیرنے کی نیت سے کشتی سے کود جائیں۔اس صورت میں بھی ان کی جان کا اتلاف ہوگا۔یہاں پر شیخین فرماتے ہیں کہ ان کو اختیار ہے کہ جو چاہیں کریں۔جب کہ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں ان کے لیے سمندر میں کود جانا جائز نہ ہوگا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ اپنے آپ کو سمندر میں پھینک دیں گے تو بھی ہلاک ہوں گے اور کشتی میں ہی اگر بیٹھیں رہیں گے تو بھی ہلاک ہوں گے۔اب اگر وہ اپنے آپ کو سمندر میں پھینک دیں گے تو خود کو اپنے اقدام

سے ہلاک کریں گے اور اگر کشتی میں ہی بیٹھ کر صبر کریں گے تو بھی ہلاک ہوں گے۔مگر یہ دشمن کے اقدام کے نتیجے میں ہلاکت ہوگی۔اس لیے اس وقت صبر کرنا ہی ان کے لیے افضل اور اقرب ہوگا۔(۱۸)

حجاج بن یوسف نے جب خانہ کعبہ کا محاصرہ کرلیا تو صرف مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن زبیرعوام رضی اللہ عنہ حمیت اسلام کی خاطر اس کے سامنے ڈٹے رہے۔انہوں نے اپنی جان کا خطرہ بھی محسوس کرلیا تھا۔تاہم ان کا دل راہ فرار یا خودسپردگی پر آمادہ نہیں ہوا۔انہوں نے طے کرلیا کہ اس کا مقابلہ آخر تک کیا جائے، چاہے اس میں ان کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔میدان جنگ میں جانے سے پہلے وہ اپنی ماں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے الوداعی ملاقات کے لیے گئے۔اس وقت وہ بصیرت سے محروم اور سخت بیماری کی حالت میں تھیں۔انہوں نے عبداللہ کو جب گلے سے لگایا تو محسوس کیا کہ انہوں نے قمیص کے نیچے لوہے کی زرہ بہ پہن رکھی ہے اور ان پر کسی قدر خوف وحزن چھایا ہوا ہے۔پوچھا: عبداللہ یہ کیا ہے اور کس ارادے سے پہن رکھی ہے؟ تم دشمن سے لڑنے کے لیے جارہے ہو اور مرنے سے اتنا ڈرتے ہو۔اگر تم حق پر ہو تو ساتھیوں کی تعداد کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔عبداللہ نے جواب دیا: امی جان! میں مرنے سے تو نہیں ڈرتا، البتہ اب میں اکیلا رہ گیا ہوں، مجھے اندیشہ ہے کہ دشمن مجھے قتل کرکے میری لاش کو مسخ کردیں گے۔حضرت اسماءؓ نے کہا: عبداللہ! جب بکری ذبح کرڈالی گئی تو پھر اسے اس کی کیا پرواہ ہوسکتی ہے کہ اس کی کھال کھینچی جاتی ہے یا اس کے گوشت کا کباب بنایا جاتا ہے۔تم اس زِرہ کو اتاردو۔تم جو کچھ کررہے ہو بصیرت کے ساتھ کئے جاؤ اور اللہ سے امداد طلب کرتے رہو۔یہاں تک کہ عبداللہ بن زبیر تنہا دشمن سے لڑتے لڑتے شہید ہوگئے (۱۹)۔انہوں نے نہ تو بھاگنے کی سوچی، نہ دشمن کے آگے ہتھیار ڈالے اور نہ ہی دشمن کے ہاتھوں مرنے کی بجائے خودکشی کا خیال کیا۔

خودکشی کرنے والوں کے دینی ودنیاوی نقصانات

روایتوں میں آتا ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی غزوہ میں بڑی شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کیا اور ہر محاذ پر دشمنوں کا مقابلہ کرتا رہا۔اس کی اس بہادری کو دیکھ کر ہر طرف سے تحسین وتعریف ہونے لگی۔بالآخر وہ لڑتے لڑتے شدید زخمی ہوگیا اور زخم کی تکلیف برداشت نہ کرسکا، تو اس نے اپنی تلوار کی نوک کو اپنے سینے میں پیوست کرلی جس سے اس کی موت ہوگئی اور وہ جہنمی ٹھہرا۔حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم التقى هُوَ وَالْمُشْرِكُوْنَ فَاقْتَتَلُوْا، فَلَمَّا مَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اِلىٰ عَسْكَرِهِ، وَمَالَ الْآخَرُوْنَ اِلىٰ عَسْكَرِهِمْ، وَفِيْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم رَجُلٌ لَايَدَعُ لَهُمْ شَاذَّةً وَلَافَاذَّةً اِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهِ، فَقَالَ: مَااَجْزَاءَ مِنَّاالْيَوْمَ اَحَدٌ كَمَااَجْزَاء فُلَانٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: اَمَااِنَّهُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: اَنَا صَاحِبُهُ قَالَ: فَخَرَجَ مَعَهُ

كُلَّمَا وَقَفَ وقَفَ مَعَهُ، وَإذَا اَسرَعَ اَسرَعَ مَعَهُ، قَالَ: فَجُرِحَ الرَّجُل جُرحاً شَدِيْداً، فَاستَعجَلَ الْمَوتَ، فَوَضَعَ نَصلَ سَيفِهِ فِي الْاَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثُدْيَيْهِ، ثُمَّ تَحَامَلَ عَلىٰ سَيفِهِ، فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ الِيٰ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَقَالَ: اَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰه، قَالَ: وَمَاذَاکَ؟ قَالَ: الرَّجُلُ الَّذِیْ ذَکَرتَ آنِفاً اَنَّهُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَاعْظَمَ النَّاسُ ذٰلِکَ. فَقُلْتُ: اَنَالَکُمْ بِهِ، فَخَرَجْتُ فِي طَلَبِهِ، ثُمَّ جُرِحَ جُرحاً شَدِيْداً، فَاستَعجَلَ الْمَوتَ، فَوَضَعَ نَصلَ سَيفِهِ فِي الْاَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ، ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ، فَقَتَلَ نَفْسَه. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم عِنْدَ ذٰلِکَ: اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبدو لِلنَّاسِ، وَهُوَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ، وَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّهِ.(۲۰)

”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکوں کا ایک جنگ میں مقابلہ ہوا (جنگ خیبر یا جنگ احد میں) اور لڑائی ہوئی۔جب آپؐ اپنی فوج کی طرف پھرے اور مشرک اپنی فوج کی طرف تو آپؐ کے صحابہ میں سے ایک شخص تھا جو مشرکوں کے مختصر دستہ کو پاتا اس کا پیچھا کرتا اور اس پر حملہ کرتا۔اس کی بہادری کو دیکھ کر ایک شخص نے کہا آج تو کوئی ہمارے کام اتنا نہیں آیا جتنا کہ یہ آیا۔آپؐ نے فرمایا: جان لو! وہ دوزخی ہے۔یہ سن کر صحابہ میں سے ایک صحابی نے کہا: میں اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہوں (دیکھوں تو وہ دوزخ کا کون سا کام کرتا ہے) خیر وہ اس کے ساتھ نکلے، جب وہ کہیں ٹھہرتا یہ بھی ٹھہرتے اور جب وہ دوڑتا تو یہ بھی اس کے ساتھ دوڑ جاتے۔آخر ایسا ہوا کہ (لڑتے لڑتے) وہ بہت زخمی ہوگیا۔جلدی مرنے کے لیے اس نے اپنی تلوار کا قبضہ زمین پر رکھا اور نوک اپنے سینے پر دونوں چھاتیوں کے بیچ میں، پھر تلوار پر زور ڈالا اور اپنے تئیں ہلاک کرلیا۔جو صاحب اس کے ساتھ تھے وہ اس کے پاس سے چلے آئے اور حضورؐ سے کہنے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں۔آپؐ نے پوچھا بتاؤ تو کیا ہوا؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے جس شخص کے لیے فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے اور لوگوں کو اس پر تعجب ہوا تھا، تو میں نے ان سے کہا تھا کہ میں تم کو اس کا حال معلوم کرانے کے لیے اس کے ساتھ رہتا ہوں، خیر میں اس کے ساتھ نکلا جب وہ زخمی ہوا تو اس نے جلدی کرنے کے لیے تلوار کا قبضہ زمین پر رکھا اور نوک سینے سے لگائی، پھر اس پر زور دیا اور اپنے تئیں مارڈالا۔یہ سن کر آپؐ نے فرمایا لوگوں کی نظر میں ایک آدمی (ساری عمر) بہشت والوں

کے سے کام کرتا رہتا ہے، حالاں کہ وہ دوزخی ہوتا ہے اور ایک آدمی (عمر بھر) دوزخ والوں کے کام کرتا ہے، حالاں کہ وہ جنتی ہوتا ہے۔''

حضرت جندب بن عبداللہ بجلیؓ نے ایک حدیث قدسی روایت کی ہے، اس میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهِ جُرْحٌ فَجَزِعَ فَاَخَذ سِكِّيناً فَحَزَّبِهَا يَدَهُ، فَمَارَقَاءَ الدَّمُ حَتّٰى مَاتَ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: بَادَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ، حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ. (۲۱)

''تم میں سے پہلے جو قومیں گزر چکی ہیں، ان میں سے ایک شخص کا واقعہ ہے کہ اسے زخم لگا وہ اس کی تکلیف برداشت نہ کرسکا اور چاقو سے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ اس سے اس قدر خون بہا کہ اس میں اس کا انتقال ہوگیا۔ اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندہ نے جلدی کی، قبل اس کے کہ میں اس کی روح قبض کرتا، اس نے خود ہی اپنے آپ کو ختم کرلیا۔ لہٰذا میں نے اس کے لیے جنت حرام کردی۔''

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيْدَةٍ فَحَدِيْدَتُهُ فِيْ يَدِهِ يَتَوَجَّأُبِهَافِيْ بَطْنِهِ فِيْ نَارِجَهَنَّمَ خَالِداً مُخَلَّداً فِيْهَاابَداً، وَمَنْ شَرِبَ سَمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَحَسَّاهُ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِداً مُخَلِّداً فِيْهَا ابَداً، وَمَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ وَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَرَدَّى فِيْ نَارِجَهَنَّمَ خَالِداً مُخَلَّداً فِيْهَا ابَداً. (۲۲)

''جو شخص اپنے آپ کو کسی لوہے کے ہتھیار سے قتل کرلے تو وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا، بھونکتا رہے گا اس کو اپنے پیٹ میں اور جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور جو شخص زہر پی کر اپنی جان لے لی تو وہ اسی زہر کو چوسا کرے گا اور جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور جو شخص پہاڑ سے گرا کر اپنے تئیں مار ڈالے تو وہ ہمیشہ گرا کرے گا جہنم کی آگ میں سدا اس کا یہ حال رہے گا۔''

مذکورہ احادیث کی روشنی میں یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ خودکشی کرنے والے کے ساتھ آخرت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا معاملہ دردناک تو ہوگا ہی، دنیا میں بھی ایسے لوگوں کی ان کی موت کے بعد کوئی وقعت نہیں ہوتی اور انہیں برے القاب سے نوازتے ہیں اور اس کے برے نتائج سے ان کے گھر والے اور عزیز واقارب دوچار ہوتے ہیں۔ ایسے آدمی کے گھر اور آل واولاد سے دوسرے لوگ تعلق رکھنے میں ہچکچاتے اور خوف کھاتے ہیں، ان سے رشتہ داری کرنے سے کتراتے ہیں، ان کے ساتھ بعض وقت لوگ طعن وتشنیع کا معاملہ کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ سماج ومعاشرہ کی ہمدردی سے بھی وہ محروم ہوجاتے ہیں۔ خودکشی کرنے والا تو چلا جاتا ہے، مگر اس کے اس غلط عمل سے اس کے لواحقین کو کتنا بڑا نقصان پہنچتا ہے اس کا اندازہ اگر اسے ہوجائے تو وہ کبھی اس حرام فعل کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ یہی

وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مسلمان کے خودکشی کرنے کی خبر ملی تو آپؐ سخت ناراض ہوگئے۔ جیسا کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس کی وضاحت ہوتی ہے:

مَرِضَ رَجُلٌ فَصِيحَ عَلَيْهِ فَجاءَ جارُهُ اِلَی رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَقَالَ لَہُ: اِنَّـہُ قَدْ مَاتَ، قَالَ: وَمَايُدْرِيکَ؟ قَالَ: اَنارَأَيْتُہُ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: اِنَّـہُ لَـمْ يمُتْ، قَالَ: فَرَجَعَ فَصِيحَ عَلَيْهِ فَجاءَ اِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَقَـالَ: اِنَّہُ قَدْ مَاتَ: فَقَالَ النَّبِی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: اِنَّہُ لَمْ يمُتْ، : فَرَجَعَ فَصِيحَ عَلَيْهِ فَقَالَتِ امْرَاتُہُ انْطَلِقْ اِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَاخْبِرْہُ، فَقَالَ الرَّجُلُ: اَللّٰھُمَّ الْعَنْہُ قَالَ: ثُمَّ اِنْطَلَقَ الرَّجُلُ فَرَاٰہُ قَدْ نَحَرَنَفْسَہُ بِمِشْقَصٍ مَعَہُ، فَانْطَلَقَ الی النَّبِیُ صَلَّـی اللّٰـہُ عَـلَیْہِ وَسَلَّم فَاخْبَرَہُ اِنَّہُ قَدْمَاتَ، فَقَالَ: مَايُدْرِيکَ؟ قَالَ: رَأَيْتُہُ يَنْحَرُ نَفْسَہُ بِمَشَاقِصَ مَعَہُ، قَالَ اَنتَ رَأيْتَہَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: اِذاً لَااُصَلِّی عَلَيْهِ. (۲۳)

’’ایک شخص بیمار ہوا، پھر اس کے موت کی خبر مشہور ہوئی، اس کا ہم سایہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، عرض کیا: یا رسول اللہ: فلاں شخص مرگیا۔آپؐ نے فرمایا: تجھے کیسے معلوم ہوا؟ کہا میں خود اس کو دیکھ کر آیا ہوں۔آپؐ نے فرمایا: وہ مرا نہیں ہے۔پھر وہ لوٹ گیا، بعد اس کے پھر خبر مشہور ہوئی اس کی موت کی۔ وہ آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: وہ تو مرگیا۔نبیؐ نے فرمایا: وہ مرا نہیں ہے۔پھر وہ لوٹ گیا، پھر خبر مشہور ہوئی کہ وہ مرگیا۔اس کی بیوی نے اس آدمی سے (یعنی ہم سایہ سے) کہا: جاؤ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کردو۔ وہ بولا: اے خدا لعنت کر اس پر، پھر وہ شخص اس مریض کے پاس گیا اور دیکھا کہ اس نے اپنے گلے کو تیر کی نوک سے کاٹ لیا ہے۔تب وہ اللہ کے رسولؐ کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ مرگیا۔آپؐ نے فرمایا: تجھے کیسے معلوم ہوا؟ وہ بولا: میں خود اس کو دیکھ کر آیا ہوں، اس نے اپنا گلا کاٹ لیا ہے تیر سے۔آپؐ نے فرمایا؟ تو نے دیکھا؟ وہ بولا: ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: ’’پھر تو میں اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا۔‘‘

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ کا حکم

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں۔ یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ معاملہ کی سنگینی کا تقاضا تو یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔تاکہ دوسرے لوگ اس سے عبرت حاصل کریں۔یہی وجہ ہے کہ اس بارے میں فقہاءِ کرام اور علماءِ امت کا اختلاف پایا جاتا ہے۔بعض کہتے ہیں کہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور بعض کے

نزدیک ادا نہیں کی جائے گی۔اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ مومن گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے کافر نہیں ہوتا(۲۴)۔جو شخص دائرہ اسلام وایمان سے خارج نہیں ہوتا، اس کے لیے دعاءِ مغفرت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، نماز جنازہ بھی دعاءِ مغفرت کی ایک شکل ہے۔قرآن مجید میں صرف مشرکین کے لیے استغفار کی ممانعت ہے یا پھر عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جس شخص کا نفاق بالکل کھلا ہوا تھا اور جس کا نبیؐ کو علم دیا گیا تھا، صرف ایسے منافقین کے لیے دعا و استغفار کرنے اور نماز جنازہ پڑھنے سے آپؐ کو روکا گیا تھا۔ارشادِ ربانی ہے:

اِسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ أَوۡ لاَ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ إِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِيۡنَ مَرَّةً فَلَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ ذٰلِکَ بِأَنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهِ وَاللّٰهُ لاَ يَهۡدِیۡ الۡقَوۡمَ الۡفَاسِقِيۡنَ. (التوبہ:۸۰)

''اے نبیﷺ! تم خواہ ایسے لوگوں کے لیے معافی کی درخواست کرو یا نہ کرو، اگر تم ستر مرتبہ بھی انہیں معاف کر دینے کی درخواست کرو گے تو اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا۔اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا ہے اور اللہ فاسق لوگوں کو راہ نجات نہیں دکھاتا۔''

ایک دوسرے مقام پر منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت کرتے ہوئے اللہ عزوجل نے فرمایا:

وَلاَ تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنۡهُم مَّاتَ أَبَداً وَلاَ تَقُمۡ عَلَىَ قَبۡرِهِ إِنَّهُمۡ كَفَرُواۡ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُواۡ وَهُمۡ فَاسِقُون. (التوبہ:۸۴)

''اور آئندہ ان میں سے جو کوئی مرے اس کی نماز جنازہ بھی تم ہرگز نہ پڑھنا اور نہ کبھی اس کی قبر پر کھڑے ہونا، کیوں کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ مرے ہیں اس حال میں کہ وہ فاسق تھے۔''

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی گنہ گار یا خطا کار کی نماز جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہیں پڑھائی۔ اِذا لَا اُصلیُ عَلَیۡه یہ محض زجر و توبیخ کے طور پر تھا اور اس کی نوعیت بھی عارضی تھی۔مقصود یہ نہیں تھا کہ اس خطا کے مرتکب کی نماز جنازہ کوئی دوسرا شخص نہ پڑھے۔بعض حالات میں آپؐ نے صحابہ کرام کو اس کی نماز جنازہ پڑھنے کی ہدایت فرمائی تھی۔اس کی ایک نمایاں مثال مقروض کا جنازہ ہے۔جب کوئی صحابیؓ فوت ہوتے تھے تو آپؐ دریافت فرماتے کہ ان پر قرض تو نہیں ہے؟ اگر ہوتا تو آپؐ نماز جنازہ پڑھانے سے اجتناب کرتے، مگر دوسرے صحابہ کو پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔کبھی ایسا بھی ہوا کہ کوئی ادائیگی قرض کا ذمہ لے لیتا یا بیت المال سے اس کا انتظام ہو جاتا تو نبیؐ نماز جنازہ پڑھا دیتے تھے۔

اسی طرح کا معاملہ خودکشی کرنے والوں کا بھی ہے۔کوئی صحیح حدیث ایسی نہیں ملتی جس سے یہ ثابت ہو کہ نبی اکرمﷺ نے خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھانے کی ممانعت فرمائی اور ایسے شخص کو نماز جنازہ پڑھائے بغیر دفن کر دیا ہو۔جس جرم کے مرتکب کی نماز جنازہ پڑھانے کی نبیؐ نے اجازت مرحمت فرمادی ہے اور صحابہ کرام کی جماعت نے جس

کا جنازہ پڑھادیا، اس کی نماز جنازہ کی عام ممانعت درست نہیں ہے اور بعض فقہانے خودکشی کرنے والے اور بعض دوسرے کبائر کا ارتکاب کرنے والے کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا جوفتویٰ دیا ہے اس کا علی الاطلاق انطباق درست نہیں ہے۔اس سلسلے میں ان فقہاءِ کرام اور علماءِ عظام کی رائے قابل ترجیح ہے کہ بڑے سے بڑا گنہ گار بھی دعائے مغفرت اور نماز جنازہ کا محتاج و مستحق ہے۔خودکشی کرنے والے کے متعلق حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی (۲۵)۔اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ نوویؒ (۶۳۱۔۶۷۶ھ/۱۲۳۳۔۱۲۷۷ء) لکھتے ہیں:

''حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (۶۱۔۱۰۱ھ/۶۸۰۔۷۲۰ء) اور امام اوزاعیؒ (۸۸۔۱۵۷ھ/۷۰۷۔۷۷۴ء) کے نزدیک ایسے شخص کا جنازہ جائزہ نہیں، لیکن امام حسن بصریؒ (۲۱۔۱۱۰ھ/۶۴۲۔۷۲۸ء) امام نخعیؒ (۴۶۔۹۶ھ/ ۶۶۶۔۷۱۴ء)، قتادہؒ (۶۱۔۱۱۷/۱۱۸ھ۔۶۸۱۔۷۳۶ء)، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور دیگر اہل علم کی اکثریت کے نزدیک اس کا جنازہ پڑھا جائے گا۔اس حدیث کی وضاحت میں ان سب فقہا نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہ پڑھانا فقط لوگوں کے لیے ایک تنبیہ تھی کہ وہ اس گناہ کا ارتکاب نہ کریں اور صحابہ کرامؓ نے اس شخص کی نماز جنازہ پڑھی۔قاضی عیاضؒ (۴۶۰ھ۔۱۰۸۳ء/۵۴۴ھ۔۱۱۴۹ء) فرماتے ہیں کہ تمام علماء کا مسلک یہی ہے کہ ہر مسلمان کا جنازہ پڑھا جائے گا خواہ اس پر حد شرعی نافذ ہوئی ہو، رجم کیا گیا ہو یا اس نے خودکشی کی ہو۔'' (۲۶)

سنن ابی داؤد کتاب الجنائز میں جو حدیث وارد ہوئی ہے، اس کی شرح کرتے ہوئے امام خطابیؒ (۳۱۹۔۳۸۸ھ/ ۹۳۱۔۹۹۸ء) لکھتے ہیں کہ اکثر فقہا کا قول ہے کہ ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی (۲۷)۔سنن ترمذی کتاب الجنائز میں بھی اسی طرح کی حدیث نقل کی گئی ہے۔اس کی تشریح کرتے ہوئے امام ابوعیسیٰ ترمذی رقم طراز ہیں:

''خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ کے سلسلے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔بعض نے کہا کہ ہر مسلمان یہاں تک کہ خودکشی کرنے والے کی بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔یہی مسلک سفیان ثوریؒ (۹۷ھ۔۱۶۱ھ/ ۷۱۶۔۷۷۸ء) اور امام اسحٰقؒ (۱۶۱ھ۔۲۳۸ھ/ ۷۷۸ء۔۸۵۱ء) کا ہے۔جب کہ امام احمد کا قول یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ امام نہ پڑھائے لیکن دوسرے لوگ پڑھ لیں۔'' (۲۸)

تحفۃ الاحوذی میں مولانا عبدالرحمٰنؒ مبارک پوری نے امام نوویؒ کی مذکورہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد امام شوکانیؒ (۱۱۷۳۔۱۲۵۵ھ/ ۱۷۶۳/۱۷۶۴ء/۔ ۱۸۳۹ء) کا قول نیل الاوطار کے حوالے سے درج کیا ہے کہ امام مالکؒ، اما شافعیؒ، امام ابوحنیفہؒ اور جمہور علما کے نزدیک فاسق کا جنازہ بھی جائز ہے اور خودکشی کرنے والے کا جنازہ اگرچہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھا مگر صحابہ کرام نے اس کی نماز جنازہ پڑھی ہے(۲۹)۔اسی کی تائید سنن نسائی سے بھی ہوتی ہے کیوں کہ نبیؐ کا صرف یہ ارشاد منقول ہے:

اَمَّا اَنا فَلَا اُصَلِّی عَلَیہ. (۳۰)

''جہاں تک میرا تعلق ہے میں نماز جنازہ نہیں پڑھاؤں گا۔''

اس مسئلہ میں خود فقہاء احناف کے یہاں اختلاف پایا جاتا ہے۔لیکن صحیح اور قابل ترجیح قول جواز ہی کا ملتا ہے۔درمختار میں ہے:

من قتل نفسه و لو عمدا یغسل ویصلی علیه، به یفتی. (۳۱)

''جس شخص نے خواہ جان بوجھ کر خودکشی کی، اسے غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔فتویٰ اسی پر ہے۔''

اس عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں:

''جن لوگوں نے نبیؐ کے نماز جنازہ نہ پڑھانے سے ممانعت کا استدلال کیا ہے، ان کے حق میں حدیث سے دلالت نہیں ملتی۔ حدیث میں صرف یہ آیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ نہیں پڑھایا جس سے فہمائش مقصود ہے، جیسا کہ مدیون کی نماز جنازہ کے متعلق بھی منع کیا ہے۔یہ ذکر نہیں کہ صحابہ کرام نے بھی جنازہ نہیں پڑھا۔نبیؐ کا نماز جنازہ پڑھانا اور دوسروں کا نماز جنازہ پڑھانا یکساں نہیں۔یہ کہنا بھی مشکل ہے کہ ایسا شخص تائب نہ ہوسکے گا یا اس کی توبہ قبول نہ ہوسکے گی، کیوں کہ توبہ تو ہر عاصی بلکہ کافر کی بھی قبول ہوسکتی ہے۔''(۳۲)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں:

''خودکشی سخت گناہ ہے اور اس گناہ کی شدت اور سنگینی کے اظہار کے لیے ایک خودکشی کرنے والے کی لاش لائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی۔اسی بنا پر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایسے شخص پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔لیکن امام ابو حنیفہؒ اور اکثر فقہا کے نزدیک نماز جنازہ خوکشی کرنے والوں پر پڑھی جائے گی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ نہیں پڑھی، لیکن صحابہؓ کو آپؐ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم تنبیہ کے طور پر ہے، جیسا کہ آپؐ نے ایک بار مقروض کے جنازہ پر نماز نہیں پڑھی اور صحابہؓ سے فرمایا کہ وہ پڑھ لیں۔تاکہ قرض لے کر ادا نہ کرنے والوں کی تنبیہ ہو۔ ایصال ثواب ہر کلمہ گو کے لیے جائز ہے، خواہ کتنا بھی گنہگار ہو، بہ شرطیکہ ایمان پر اس کی موت

ہوئی ہو۔اس لیے خودکشی کرنے والے کے لیے بھی استغفار اور ایصال ثواب جائز ہے۔"(۳۳)

اسلام نے بڑے سے بڑے خاطی اور عاصی کو دعا واستغفار اور توبہ وانابت کے ذریعہ قابل معافی قرار دیا ہے، تو پھر خودکشی کرنے والے کو اس سے محروم رکھنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔اسے اس کے جرم کی سزا ملنے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف کرسکتا ہے۔اس گفتگو کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ عمل معمولی لغزش ہے، بلکہ یہ ایک سنگین جرم اور کبیرہ گناہ کے ساتھ انتہائی بزدلی اور اپنے رب سے بدگمانی اور ناشکری پر دلالت کرتا ہے جو ایک مسلمان کے لیے کسی بھی حال میں درست نہیں ہے۔ حدیث میں بھی اس پر جہنم کی وعید آئی ہے۔اس سلسلے میں جسٹس ملک غلام علی نے بڑی معنی خیز بحث کی ہے۔اس سے اس اختلاف میں بڑی اچھی تطبیق ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"ایک شخص جو مسلمان ہے اور جس کی تکفیر کے لیے واضح ووافر وجوہ موجود نہیں ہیں، اسے اس عام حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا جو ہر مسلمان کے لیے نصوص شرعیہ سے ثابت ہے اور حدیث میں ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو حقوق بیان فرمائے گئے ہیں ان میں اس کا جنازہ پڑھنا بھی شامل ہے۔ پھر جس معاشرے سے ہمیں سابقہ درپیش ہے، اسے بھی نگاہ میں رکھنا چاہئے۔اس میں بے شمار ایسے لوگ ہیں جو نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج جیسے فرائض کے تارک ہیں۔ قاتل، شراب خور، زناکار اور مرتکب کبائر ہیں، ان سب کا جنازہ پڑھ لینا اور صرف خودکشی کرنے والے کا جنازہ نہ پڑھنا اور دوسروں کو اس سے روکنا عجیب بات ہے۔ بلاشبہ اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے صاف حکم دے دیا ہوتا کہ خودکشی کرنے والے یا فلاں دوسرے کبیرہ گناہ کرنے والے کا جنازہ کوئی مسلمان نہ پڑھے، تو ہم ہرگز اس کی خلاف ورزی کی جسارت نہ کرتے، لیکن ایسی وضاحت کی عدم موجودگی میں صحیح اور تحقیقی قول اور محتاط عمل یہی ہوسکتا ہے کہ ہم کسی شخص کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہتے تو نہ پڑھیں، لیکن جو شخص کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں اس کے جنازے کی ممانعت کا فتویٰ نہ دیں اور دوسروں کو اس کا جنازہ پڑھنے سے نہ روکیں۔"(۳۴)

کسی کی جان کب لی جائے گی؟

یہ واضح ہوگیا کہ اسلام نے ہر شخص کی جان کو محترم قرار دیا ہے۔اس کا تقاضا ہے کہ بہ ذات خود اس کی حفاظت کی جائے۔ کوئی دوسرا آدمی بھی اس کی زندگی کو قتل وغیرہ کے ذریعہ ہلاک نہ کرے۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ انسانیت کی توہین وتذلیل کرتا ہے جو گناہ عظیم ہے۔ ٹھیک اسی طرح خودکشی کا بھی معاملہ ہے۔ یہ اللہ کے فیصلے میں رخنہ اندازی ہے۔ البتہ کسی وجہ سے حالات ایسے ناسازگار ہوجائیں اور کسی نفس کا قتل کرنا ضروری ہوجائے تو اس صورت میں اسلام کا موقف یہ ہے کہ سماج کے ایسے ناسور کو ختم کردیا جائے۔ تاکہ معاشرہ میں امن وسکون قائم رہ سکے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ. (الانعام:۱۵۱)

''اور کسی جان کو جسے اللہ نے محترم ٹھیرایا ہے ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔''

وہ حالات کیا ہیں جن کی وجہ سے انسان کا قتل مباح ہوجاتا ہے، اس کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْفَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا وَمَنْ اَحْیَاھا فَکَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا. (المائدہ:۳۲)

''جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کا قتل کردیا اور جس نے کسی کی زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔''

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مفسر قرآن مفتی محمد شفیع عثمانی لکھتے ہیں:

''(قتل ناحق اتنا بڑا گناہ ہے کہ) جو شخص کسی شخص کو بلا معاوضہ دوسرے شخص کے (جو ناحق مقتول ہوا) یا بدوں کسی (شر وفساد کے جو زمین میں اس سے پھیلا ہو (خواہ مخواہ) قتل کرڈالے تو (اس کو بعض اعتبار سے ایسا گناہ ہوگا) گویا اس نے تمام آدمیوں کا قتل کرڈالا (وہ بعض اعتبار سے یہ ہے کہ اس گناہ پر جرأت کی، خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی، خدائے تعالیٰ اس سے ناراض ہوئے، دنیا میں مستحق قصاص ہوا، آخرت میں مستحق دوزخ ہوا، یہ امور ایک کے اور ہزار کے قتل کرنے میں مشترک ہیں، گو شدت واشدیت کا تفاوت ہوا اور یہ دو قیدیں اس لیے لگائیں کہ قصاص میں قتل کرنا جائز ہے۔ اسی طرح دوسرے اسباب جواز قتل سے بھی جس میں قطع طریق جو آگے مذکور ہے، اور کفر حربی جس ذکر احکام جہاد میں آچکا ہے سب داخل ہے، قتل کرنا جائز بلکہ بعض صورتوں واجب ہے) اور (یہ بھی لکھ دیا تھا کہ جیسا کہ ناحق قتل کرنا گناہ عظیم ہے، اسی طرح کسی قتل غیر واجب سے بچالینا اس میں ثواب بھی ویسا ہی عظیم ہے کہ) جو شخص کسی شخص کو بچالیوے تو (اس کو ایسا ثواب ملے گا کہ) گویا اس نے تما آدمیوں کو بچالیا، (غیر واجب کی قید اس لیے لگائی کہ جس شخص کا قتل شرعا واجب ہو اس کی امداد یا سفارش حرام ہے، اور اس مضمون میں احیا کے لکھنے سے بھی تشدید قتل کی ظاہر ہوگئی کہ جب احیا ایسا محمود ہے تو ضرور قتل مذموم ہوگا، اس لیے اس کا ترتب وتسبب بھی بواسطہ عطف کے من اجل ذالک پر صحیح ہوگیا۔'' (۳۵)

اسی حکم کو رسول اکرم ﷺ نے اس انداز میں بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسعودؓ کی روایت سے پتا چلتا ہے:

لَایَحِلُّ دَمُ رَجُلٍ مُسْلِمٍ یَشْهَدُ اَنْ لَااِلٰـهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَنِّی رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا بِاِحْدَی ثَلٰثٍ :اَلثَّیِّبُ الزَّانِی، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِکُ لِدِیْنِهٖ وَالْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ. (۳۶)

''کسی مسلمان کی جان لینا جو اللہ کی توحید اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتا ہو جائز نہیں ہے، مگر یہ کہ وہ قاتل ہو یا شادی شدہ زانی ہو یا دین سے نکل جانے والا اور جماعت کو چھوڑ دینے والا ہو۔''

فقہاء اسلام اور علماء کرام نے ان تمام حالات اور مواقع کی تفصیل بیان کردی ہے جن میں بطور سزا یا قصاص کے انسان کا قتل روا ہو جاتا ہے(۳۷)۔ چوں کہ یہ شریعت اسلامی کے قائم کردہ قوانین اور حدود ہیں، جو انسانیت کو بڑے خسارہ سے بچانے اور معاشرہ کو پرامن رکھنے کے لیے تجویز کئے گئے ہیں، اس لیے اسے خودکشی پر محمول نہیں کیا جاسکتا اور اس بنا پر ہرگز یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسلام میں قتل نفس اور خودکشی کی اجازت ہے۔(۳۸)

حرف آخر

انسان کی پیدائش فطری طریقہ سے ہوتی ہے، جو معروف ہے۔ اگرچہ سائنس دانوں نے اور دوسرے طریقوں سے بھی اس کے پیدا کئے جانے کا دعویٰ کیا ہے، جس کی یقینی شہادت ابھی تک سامنے نہیں آسکی ہے۔ خالق کائنات نے جب ایک ہی طریقے سے انسان کو پیدا کیا ہے تو اس نے اس کی موت کا بھی ایک ہی فطری طریقہ متعین کردیا ہے۔ انسان جب اس دنیا میں آتا ہے اور جب تک یہاں کی زندگی اس کے مقدر میں ہوتی ہے، اسے گزارنے کے بعد ایک معین وقت پر وہ موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔ اس طرح سے اگر کوئی اس دنیا میں آتا اور یہاں سے جاتا ہے تو معاشرہ میں امن وسکون اور توازن قائم رہتا ہے۔ یہ ظلم و جہالت کی بات ہے کہ جب انسان کسی کو ایک سیکنڈ کی زندگی عطا نہیں کرسکتا تو پھر وہ کسی کی زندگی کو قبل از وقت ناجائز طریقے سے کیسے ختم کرسکتا ہے۔

یہ بات سب پر عیاں ہے کہ کسی بھی آدمی کی ہلاکت کئی طریقوں سے ہوسکتی ہے یا کی جاسکتی ہے۔ ایک یہ کہ وہ کسی حادثے کا شکار ہوجائے۔ اس میں اس کا عمل دخل کم ہوتا ہے۔ تاہم اگر وہ چاق و چوبند ہے تو اس سے کسی حد تک بچا جاسکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اپنے ناجائز مفاد کے حصول کی خاطر کسی دوسرے کا قتل کردیا جائے۔ تیسرے یہ کہ لاعلاج اور پریشانی میں مبتلا مریض کو ترحم کی نیت سے ماردیا جائے(۳۹)۔ اگر مریض اپنی مرضی سے ایسا کرتا ہے تو وہ خودکشی میں داخل ہے اور کوئی دوسرا اس عمل کو انجام دیتا ہے تو یہ قتل ہے۔ چوتھی شکل یہ ہے کہ آدمی مایوسی اور مصائب ومشکلات سے نجات پانے کے لیے خود سے اپنی جان کو ہلاک کرلے۔ ان سب میں جہاں ایک طرف ذاتی مفاد وابستہ ہوتا ہے وہیں زندگی سے راہ فرار بھی ہے۔ اس لیے یہ تمام منفی طریقے ہمارے پیش کردہ جائزے کی روشنی میں حرام وناجائز ہیں۔ اس سے بچنے کی ہر حال میں ضرورت ہے۔ حیرانی ہوتی ہے کہ اسلام میں خودکشی کے بارے میں

اتنی واضح تصریحات کے باوجود مسلمان اپنے اردگرد کے ماحول سے متاثر ہوجاتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں بھی یہ عام ہوتی جارہی ہے۔ روزانہ کا علاقائی اخبار۴، ۵ خودکشیوں کی خبر لیے آتا ہے۔ معاشرے میں مسائل اور پریشانیاں ضرور بڑھ گئی ہیں، لیکن ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ سے استعانت طلب کرتے ہوئے ہمت وحوصلے سے ان کا مقابلہ کرنا چاہئے، نہ کہ ہمت ہار کر اپنی جان لے لے اور پسماندگان کو مزید پریشانیوں کا شکار کردے۔

صلہ رحمی اسلامی معاشرے کا ایک نمایاں وصف ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی ضروریات کا خیال رکھے اور انہیں ترجیح دے۔ ہمسایہ، اہل محلّہ، دوست احباب اور اقربا ورشتہ داروں کے باقاعدہ حقوق کا تعین کیا گیا ہے اور وہ اخلاقی طور پر اس کے پابند ہیں کہ اپنے پریشان حال بھائیوں کی ضروریات کا خیال رکھیں۔ اہل جنت کی صفات میں سے ایک نمایا صفت بھوکوں کو کھانا کھلانا اور حاجت مندوں کی ضروریات کو اپنا فرض سمجھ کر پورا کرنا ہے۔ اس روایت کو بھی آگے بڑھانا اور توانا کرنے کی ضرورت ہے۔ ماضی میں اہل محلّہ اور رشتہ دار ہی ایک دوسرے کی ضروریات کو بخوشی پورا کرتے تھے اور اسے خدا کی رضا وخوشنودی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ مگر آج معاشرہ انتشار کا شکار ہے اور نفسا نفسی کا عالم ہے، جس کی وجہ سے پریشان حال لوگ مایوس ہوکر خودکشی جیسے گناہ کا ارتکاب کرنے لگے ہیں۔ ایسے میں جہاں حکومت کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کی پریشانیوں کے ازالہ کے لیے بھرپور اقدام اٹھائے۔ وہاں غیر سرکاری تنظیموں، خدمتِ خلق اور رفاہی امور کی حامل تنظیموں کا کردار اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ خودکشی کے بڑھتے ہوئے بھیانک صورت حال کا تقاضا ہے کہ اس مسئلے کے حل کے لیے انفرادی، اجتماعی اور حکومتی سطح پر بھرپور اور منظّم جدوجہد کی جائے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی بہ نسبت دوسری قوموں میں خودکشی کی وارداتیں زیادہ پیش آتی ہیں۔ اس میں کہیں نہ ان کے مذہب کا بھی عمل دخل ہے۔ جیسا کہ واضح کیا گیا ہے کہ بعض دوسرے مذاہب میں مختلف طریقوں سے جان کو ہلاک کرنے کا تصور پایا جاتا ہے۔ جب مذاہب کی تعلیمات اعتدال اور توازن سے ہٹی ہو تو جرائم اور برائیوں کے انسداد کے لیے جو بھی حربہ استعمال کیا جائے زیادہ موثر نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مذاہب کے لوگ مذہب کا لبادہ اوڑھ کر اپنی جان کو ہلاک کرلیتے ہیں اور یہ عمل ان کے لیے قابل فخر ہوتا ہے۔ اس پس منظر میں بہ حیثیت مسلمان یا داعی امت ان کا فریضہ ہے کہ وہ جس طرح اپنے مسلمان بھائیوں کی اس تشویش ناک صورت حال پر کڑھتے ہیں، غمگین ہوتے ہیں اور اس کے انسداد کی فکر وتدبیر کرتے ہیں، اسی طرح مدعو قوم کی خیر وفلاح کی فکر بھی ان کے دامن گیر ہونی چاہیے اور اس جرم کی روک تھام کے لیے انہیں آگے آنا چاہئے۔ اسلام کی تعلیم عام ہے اسے محصور اور محدود کرنے سے دوسرے لوگوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔ مسلمان کی حیثیت داعی قوم کی ہے اور دوسرے لوگوں سے ان کا رشتہ مدعو کا ہے۔ داعی اور مدعو قوم کا رشتہ بڑا نازک ہوتا ہے۔ اس کی اساس محبت اور تڑپ پر ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ کی امت ہونے میں وہ بھی شریک ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ اللہ کے دین کی دعوت ان تک پہنچانی ہے(۴۰)۔

نبیؐ کا یہی اسوہ تھا، جس کو قرآن کریم نے اس طرح بیان کیا ہے:

فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلَى آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا. (الکہف:۶)

”اچھا، تو اے نبیؐ، شاید تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کھو دینے والے ہو اگر یہ اس تعلیم پر ایمان نہ لائے۔“

مراجع وحواشی

(۱) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بطور ماہر نفسیات، سیدہ سعدیہ غزنوی، ص:۱۹۶، الفیصل ناشران وتاجران کتب، غزنی اسٹریٹ، اردو بازار، لاہور، پاکستان، ۱۹۹۵ء

(۲) "I.P.C 306. Abetment of suicide If any person commits suicide, whoever abets the commission of such suicide, shall be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to ten years, and shall also be liable to fine" (http://www.Is Euthanasia Legal in India- Reviws)

(۳) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بطور ماہر نفسیات، ص:۱۹۵

(۴) Every year, almost one million people die from suicide; a "global" mortality rate of 16 per 100,000, or one death every 40 seconds.In the last 45 years suicide rates have worldwide. Suicide is among the three leading causes of death increased by 60% among those aged 15-44 years in some countries, and the second leading cause of death in the 10-24 years age group; these figures do not include suicide attempts which are up to 20 times more frequent than completed suicide.Suicide worldwide is estimated to represent 1.8% of the total global burden of disease in 1998, and 2.4% in countries with market and former socialist economies in 2020. Although traditionally suicide rates have been highest among the male elderly, rates among young people have been increasing to such an extent that they are now the group at highest risk in a third of countries, in both developed and developing countries. Mental disorders (particularly depression and alcohol use disorders) are a major risk factor for suicide in Europe and North America; however, in Asian countries impulsiveness plays an important role. Suicide is complex with psychological, social, biological, cultural and environmental factors involved.

(http://www.Who Suicide prevention (SUPRE)- World Helth Organization)

(۵) In India is slightly above world rate. Of the half million people reported to die of suicide worldwide every year, 20% are Indians,[1] for 17% of world population. In the last two decades, the suicide rate has increased from 7.9 to 10.3 per 100,000, with very high rates in some southern regions. In a study published in The Lancet in June 2012, the estimated number of suicides in India in 2010 was about 187,000. A large

proportion of adult suicide deaths were found to occur between the ages of 15 years and 29 years. (http://www. Suicide in india - Wikipedia. the free encyclopedia.)

(۶) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بطور ماہر نفسیات، ص:۱۸۷ (۷) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بطور ماہر نفسیات، ص:۲:۱۷۱۔۱۷۳

(۸) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بطور ماہر نفسیات، ص:۲:۷

(۹) مدارک التنزیل وحقائق التاویل، عبداللہ ابن احمد بن محمود النسفی (ترجمہ اردو: مولانا شمس الدین) ص:۵۹۶، ج:۱، ح:۲، مکتبۃ العلم، اردو بازار، لاہور، پاکستان (۱۰) مدارک التنزیل وحقائق التاویل، ص:۲۷۸، ج:۱، ح:۱

(۱۱) جدید فقہی مسائل، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، ص:۱۶، ج:۵، زمزم پبلشرز، اردو بازار، کراچی، پاکستان، ۲۰۱۰ء

(۱۲) مولانا جلال الدین عمری، اسلام اور مشکلات حیات (دیباچہ) اسلامک ریسرچ اکیڈمی، کراچی، پاکستان، ۲۰۱۳ء

(۱۳) صحیح البخاری، کتاب المرضیٰ، باب تمنی المریض الموت۔ باب ما یکرہ من التمنی۔ کتاب الدعوات، باب الدعاء بالموت والحیاۃ۔ کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زہرۃ الدنیا والتنافس فیھا۔ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعا، باب کراہیۃ تمنی الموت، کتاب الزہد والرقاق، باب المومن امرہ کلہ خیر۔ سنن ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب کراہیۃ تمنی الموت لایدعوا احدکم بالموت

(۱۴) صحیح البخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب یمین الغموس ولا تتخذوا ایمانکم۔ کتاب الدیات، باب ومن احیاھا۔ کتاب الاستتابہ المرتدین وقتالھم، باب اثم من اشراک باللہ

(۱۵) احیاء علوم الدین، ابوحامد محمد الغزالی (ترجمہ اردو: ندیم الواجدی) ص:۱۱۸، ج:۴، دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی، پاکستان

(۱۶) المستدرک علی الصحیحین، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیسا پوری، کتاب الایمان، باب اشد الناس بلاء الانبیاء ثم العلماء ثم الصالحون

(۱۷) مسند احمد بن حنبل، حافظ ابوعبداللہ احمد بن حنبل الشیبانی، حدیث نمبر:۱۴۸۱، ۱۴۹۴، ۱۵۵۵، ۱۶۰۷۔ سنن الترمذی، ۲۳۹۸، ابن ماجہ، ۴۰۲۳

(۱۸) **اذا کانت الغزاۃ فی سفینۃ فاحترقت السفینۃ حکموا فیہ غالب رایھم، فان غلب علی رأیھم أنھم لو طرحوا أنفسھم فی البحر لینجو بالسباحۃ وجب علیھم الطرح لیسجو، وان استوی جانبا الحرق والغرق بان اذا قاموا حرقوا، وطرحوا أغرقوا فلھم الخیار عند أبی حنیفۃ وأبی یوسف، وقال محمد: لایجوز لھم ان یطرحوا أنفسھم فی الماء وجہ قولہ انھم لو ألقوا أنفسھم فی الماء لھلکوا، ولو أقاموا فی السفینۃ لھلکوا أیضا الا أنھم لو طرحوا الھلکوا أنفسھم ولو صبروا لھلکوا بفعل العدو، فکان الصبر أقرب.** (علاء الدین ابی بکر مسعود الکاشانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الجہاد)

(۱۹) تاریخ اسلام، اکبر شاہ نجیب آبادی، ج:۱، ص:۷۵۴۔۷۵۷، دارالاندلس، لاہور، پاکستان۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، عزالدین بن الاثیر الجزری (اردو ترجمہ) ج:۵، ص:۲۵۳۔۲۵۴، المیزان ناشران وتاجران کتب، اردو بازار، لاہور، پاکستان۔ الاصابہ فی تمیز صحابہ، ابن حجر عسقلانی (اردو ترجمہ)، ج:۳، ص:۲۵۳، مکتبہ رحمانیہ، غزنی اسٹریٹ اردو بازار، لاہور، پاکستان

(۲۰) صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب لایقول فلاں شہید۔ کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر۔ کتاب الرقاق، باب الاعمال بالخواتیم وما یخاف منہا۔ کتاب القدر، باب العمل بالخواتیم ......صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم قتل الانسان نفسہ

(۲۱) صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل۔ کتاب الجنائز، باب ماجاء فی قاتل النفس

(۲۲) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم قتل الانسان نفسہ۔ شرح نووی علیٰ صحیح مسلم، ابوذکریا یحییٰ بن شرف النووی، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم قتل الانسان نفسہ، ص:۱۱۸، ج:۱، جز:۲، دارالریان للتراث قاہرہ، ۱۹۸۷ء۔ سنن ترمذی، کتاب الطب، باب ماجاء فیمن قتل نفسہ بسم اوغیرہ۔ مزید تشریح اور تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں: صحیح مسلم مع فتح الملہم، علامہ شبیر احمد عثمانی،

ص:۲۶۵، ج:۱، مکتبہ اشرفیہ دیوبند، ۱۹۹۹ء

(۲۳) سنن ابوداوٗد، کتاب الجنائز، باب الامام لایصلی علی من قتل نفسہ (۲۴) ردالمحتار علی الدرالمختار، ص:۱۰۲، ج:۳، دارالکتاب، دیوبند

(۲۵) اتی النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم برجل قتل نفسه بمشاقض، فلم یصل علیه. (صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب ترک الصلاۃ علی القاتل نفسہ)

(۲۶) هذاالحدیث دلیل لمن یقول لا یصلی علی قاتل نفسه لعصیانه، وهذا مذهب عمر بن عبدالعزیز والاوزاعی. وقال الحسن والنخعی وقتادة ومالک وابوحنیفة والشافعی وجماهیر العلماء یصلی علیه.واجابو عن هذالحدیث بان النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم لم یصل علیه بنفسه زجرا للناس عن مثل فعله وصلت علیه الصحابة وهذا کماترک النبیصَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم الصلاة فی اول الامر علی من علیه دین زجرا لهم عن التساهل فی استدانة وعن اهمال وفائه وامر اصحابه بالصلاة علیه فقال صلی الله علیه وسلم صلوا علی صاحبکم.قال القاضی مذهب العلماء کافة الصلاة علی کل مسلم ومحدود ومرجوم وقاتل نفسه. (شرح نووی علی صحیح مسلم، ص:۴۷، ج:۳، جز:۶)

(۲۷) معالم السنن شرح سنن ابی داوٗد، سلیمان احمد بن الخطابی، ص:۳۰۹، ج:۱، جز:۱، مطبعۃ العلمیہ، حلب، ۱۹۳۲ء

(۲۸) "قد اختلف اهل العلم فی هذا.فقال بعضهم یصلی علیٰ کل من صلی للقبلة وعلیٰ قاتل النفس، وهو قول سفیان الثوری واسحق وقال احمد لایصلی الامام علی قاتل النفس ویصلی علیه غیر الامام." (جامع الترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی من یقتل نفسہ لم یصل علیہ۔)

(۲۹) وقال الشوکانی فی نیل وذهب مالک والشافعی وابو حنیفة وجمهور العلما الی انه یصلی علی الفاسق واجابوا عن حدیث جابر بان النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم انما لم یصل علیه بنفسه رجز الناس وصلت علیه الصحابة. (تحفۃ الاحوذی، شرح جامع الترمذی، محمد عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم مبارک پوری، ص:۱۵۲، ج:۴، دارالکتب العربیہ، بیروت) نیل الاوطار کی عبارت یہ ہے: وذهب مالک والشافعی وابو حنیفة وجمهور العلماء الی انه یصلی علی الفاسق واجابوا عن حدیث جابر بان النبیصَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم انمالم یصل علیه بنفسه زجرا للناس وصلت علیه الصحابة.ویؤید ذلک ما عند النسائی بلفظ اما انا فلا اصلی علیه وایضا مجرد لترک لو فرض انه لم یصل علیه هو ولا غیر لا یدل علی الحرمةالمدعاة، ویدل علی الصلاة علی الفاسق حدیث صلوا علی من قال لااله الاالله. (نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار، علی ابن محمد الشوکانی، ص:۸۴۔۸۵، ج:۴، جز:۴، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، دمشق، ۱۳۴۴ھ)

(۳۰) سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب ترک الصلاۃ علی من قتل نفسہ (۳۱) ردالمحتار علی الدرالمختار، ص:۱۰۲، ج:۳

(۳۲) لا دلالة فی الحدیث علی ذلک لانه لیس فیه سوی انه علیه الصلاةو السلام لم یصل علیه، فالظاهر انه امتنع زجزا لغیر عن مثل هذا الفعل، کما امتنع عن الصلاة علی المدیون.ولایلزم من ذلک عدم صلاة احد علیه من الصحابة، اذلا مساواة بین صلاته وصلاة غیره ...... وایضا فالتعلیل بانه لا توبة له مشکل علیٰ قواعد اهل السنة والجماعة لاطلاق النصوص فی قبول توبة العاصی، بل توبة من الکفر مقبولة قطعا. (ردالمحتار علی الدرالمختار، ص:۱۰۲، ج:۳)

(۳۳) کتاب الفتاوی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، ص:۱۸۳، ج:۳، زمزم پبلشرز، اردو بازار، کراچی، پاکستان، ۲۰۰۸ء

(۳۴) رسائل ومسائل، ملک غلام علی، ص:۴۴۶، ج:۶، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، دہلی، ۲۰۰۵ء

(۳۵) معارف القرآن، مفتی محمد شفیع عثمانی،ص:۱۰۹۔۱۱۰، ج:۳، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، پاکستان، ۲۰۰۸

(۳۶) سنن ابوداؤد، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن ارتد......صحیح مسلم، کتاب القسامۃ والمحاربین والقصاص والدیات، باب ما یباح دم المسلم...... جامع الترمذی، کتاب الحدود، باب من شرب الخمر فاجلدوا ومن عاد

(۳۷) آزاد کے قصاص میں آزاد کو قتل کیا جائے گا، یہ کنز میں ہے۔مذکر کے قصاص میں مذکر اور مؤنث کے قصاص میں مؤنث کو قتل کیا جائے گا، یہ خلاصہ میں ہے۔آزاد کے قصاص میں آزاد اور غلام کے قصاص میں غلام کو قتل کیا جائے گا، یہ محیط کی آٹھویں فصل میں ہے۔مسلمان کے قصاص میں کافر کو قتل کیا جائے گا، یہ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔ذمی کے قصاص میں مسلمان اور ذمی کے قصاص میں ذمی کو قتل کیا جائے گا، یہ کافی میں ہے۔اگر کسی ذمی نے کسی ذمی کا قتل کیا پھر قاتل مسلمان ہوگیا تو بلاخوف قتل کیا جائے گا، یہ محیط میں ہے۔اگر حربی کو جو امان لے کر دارالاسلام میں آیا ہے کسی مسلمان یا ذمی نے قتل کیا تو قاتل سے قصاص نہ لیا جائے گا، یہ تبیین میں ہے۔جو حربی امان لے کر آیا ہے اگر اس نے دوسرے حربی کو جو ایمان لے کر آیا ہے قتل کیا تو قاتل سے ظاہرالروایہ کے موافق قصاص نہ لیا جائے گا، یہ محیط میں ہے۔اگر مسلمان نے کسی مرتد مرد یا عورت کو قتل کیا تو اس پر قصاص واجب نہ ہوگا۔اگر دو مسلمان امان لے کر دارالحرب میں داخل ہوئے اور ایک نے دوسرے کا قتل کیا تو ہمارے نزدیک قصاص واجب نہ ہوگا۔اگر مسلمان نے کسی مسلمان کو جو کفار کے قبضہ میں قید ہوگیا ہے دارالحرب میں قتل کیا تو سب کے نزدیک قاتل پر قصاص نہ ہوگا اور امام اعظم کے نزدیک دیت بھی نہ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک اس کے مال میں دیت واجب ہوگی، یہ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔'' (فتاوی عالم گیری، ص:۲۹۳۔۴۵۶، ج:۹، مطبع حامد اینڈ کمپنی، دہلی، ۱۹۸۸ء)

(۳۸) اسلام نے قتل انسان کو کیوں منع کیا ہے، اس کی مصلحت بیان کرتے ہوئے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

''اگر باہمی لڑائیاں لوگوں میں رہیں تو آبادیاں اور شہر خراب اور ویران ہوجائیں اور تمام امور معاش میں خلل پڑ جائے اور تمدنی زندگی میں خطرناک تباہیاں و بربادیاں ظاہر ہوں۔اس واسطے قتل حرام ہوا۔پس قتل اگر تجویز ہوگا تو کسی بڑے قصاص وغیرہ کی مصلحت کی وجہ سے اور قتل کے علاوہ کبھی دوسرے اسباب بھی ہلاک کرنے کے لیے اختیا کئے جاتے ہیں وہ بھی مثل قتل ہی کے حرام ہیں۔مثلاً کبھی لوگوں میں کینہ کا جوش پیدا ہوتا ہے اور قصاص کا ان کو اندیشہ وفکر ہوتا ہے، اس لیے کھانے میں زہر ملا دیتے ہیں، یا جادو سے قتل کر ڈالتے ہیں۔یہ بھی قتل کی طرح ہیں بلکہ اس بھی بدتر ہے۔قتل تو برملا ہوتا ہے، اس سے نجات بھی ممکن ہے، لیکن اس سے بچنا مشکل ہے۔سو ایسے امور بھی خرابیِ تمدن کے سبب اور پبلک میں خلل انداز ہونے کی وجہ سے حرام ہیں۔''

(احکام اسلام عقل کی نظر میں، مولانا اشرف علی تھانوی، ص:۲۳۹، مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی، پاکستان، ۲۰۰۹ء)

(۳۹) اس مسئلہ کی تفصیلی وضاحت کے لیے ملاحظہ کریں راقم الحروف کی کتاب: **قطع حیات بہ جذبہ رحم کی شرعی حیثیت**، سلیمان اکیڈمی، بھتورا، مدھوبنی، بہار، ۲۰۱۰ء۔نیز اس مقالہ کو سہ ماہی فکر ونظر، اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان کے شمارہ اکتوبر۔دسمبر ۲۰۱۰ اور ماہ نامہ دارالعلوم دیوبند، دسمبر ۲۰۰۸ء، جنوری اور فروری ۲۰۰۹ء کے شماروں میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

(۴۰) قرآن مجید اور عصر حاضر (مجموعہ مقالات سمینار) مرتب: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، ص:۱۳۷، ہدی پبلی کیشنز، حیدرآباد، ۲۰۱۲ء، مقالہ بعنوان: غیر مسلموں کے ساتھ دوستی۔قرآن واحادیث کی روشنی میں، مقالہ نگار: مولانا محمد ثناء الہدیٰ قاسمی